اور ڈاکٹر محمد اقبال قصوری بھی نہایت اعلیٰ تدوینی صلاحیتوں کے مالک تھے ، انھوں نے تدوین کے لیے موزوں تر کتابوں کا انتخاب کیا اور بہتر نتائج پیش کیے۔ شیرانی کی اعلیٰ ترین اسکالر شپ ان کے مقالات ہی میں نظر آتی ہے ، ان کا تدوینی کام مقالات کے مرتبے کو نہیں پہنچتا - اس میں قصور شیرانی کی اسکالر شپ کا نہیں بلکہ کمزوری انتخاب کتاب کی ہے -

متفرقات

(۱) " احوال واقعی " کے تحت صفحہ ۱۹ پر دو جدا شخصیتوں (سید وقار احمد رضوی امروہوی اور افسر صدیقی امروہوی) کے نام مخلوط ہو کر " سید افسر رضوی امروہوی " کی صورت میں ملتے ہیں۔ یہاں صحیح نام افسر صدیقی امروہوی ہونا چاہیے -

(۲) لیے کو لئے اور اردوے قدیم کو دوہری اضافت (یای اصافت پر ہمزہ اضافت) کے ساتھ " اردوئے قدیم " کمپوز کیا گیا ہے - حالانکہ قواعد واضح ہیں۔

(۳) ایسے مرکبات میں جہاں ہمزہ اضافت لازم ہے ، ہمزہ کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے - چناں چہ بغیر ہمزہ " مجموعہ مسکوکات " " تہیہ متن " ، " جذبہ ایمانی " ، " ادارہ معارف " ، " مجموعہ کتب " وغیرہ تراکیب ہر جگہ نظر آتی ہیں حالانکہ ہمارے فضلاء کا یہ ایک معروف طریقہ رہا ہے کہ کسرہ اضافت کا اہتمام کیا جائے یا نہ کیا جائے لیکن ہمزہ اضافت کا اہتمام بالالتزام کیا جاتا ہے - غالباً مشینی کتابت کی مجبوری حائل رہی ہے - لکھنو بغیر ہمزہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

(۴) تقاضہ (ص ۲۳۵) کو تقاضا ہونا چاہیے۔

(۵) ایک لسانی بحث میں ، جہاں شیرانی کی اس رائے کی مدافعت مقصود ہے کہ پنجابی اردو سے قدیم تر ہے ، مصنف نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ " معیاری زبانیں انھی علاقائی زبانوں کی ناشکری بیٹیاں ہیں " (صفحہ ۲۲۲) - اس جارحانہ مدافعت کی بظاہر تو ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

۳- مقالات برنی: حصہ دوم

مصنف : سید حسن برنی
مرتب : انجمن ترقی اردو پاکستان ، کراچی
مبصر : نجم الاسلام

مقالات برنی کا پہلا حصہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی نے ۱۹۸۶ء شائع کیا تھا - اس پر راقم کا تبصرہ نقوش لاہور میں شامل ہو کر چھپ چکا ہے - اس میں فاضل مقالہ نگار کے تاریخی

مقالات اور انداز مقالہ نگاری سے متعلق خیالات پیش کیے جا چکے ہیں جن کو دہرانے کی یہاں چنداں ضرورت نہیں - ذیل میں حصہ دوم کے خاص خاص مشمولات کا ایک تعارف پیش کیا جاتا ہے - حصہ دوم ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا ہے -

یہ دوسرا حصہ سید حسن برنی مرحوم کی ۲۸ تحریروں پر مشتمل ہے جو ۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۵ء کی مدت کے دوران رسائل علی گڑھ منتھلی ، معارف ساقی ، ادب ، ادب لطیف ، اردو ، عالم گیر ، نیرنگ خیال ، العصر ، الناظر اور چیستان میں چھپی تھیں - انھیں پانچ عنوانات کے تحت مرتب کیا گیا ہے - " تاریخ برصغیر " کے عنوان کے تحت چھے مقالات ، ہندوستان پر عربوں کا سب سے پہلا حملہ ، ۳۸ ھ میں ہندوستان پر عربوں کا حملہ ، بلبن کا بچپن ، سلطان ایل تتمش کی سرگزشت (بلبن نامے کا ایک ورق) ، بلبن نامے کی دستیابی اور عہد فروزی میں شاہی عید ہیں - " دنیائے اسلام " کے تحت پانچ مقالات ، کیا کتب خانہ اسکندریہ عربوں نے جلایا ، خلیفہ کا ایلچی دربار غزنوی میں ، الازدی کی فتوح الشام ، تیموری سلاطین وسط ایشیا کے عہد میں ادب اور علوم و فنون کی حالت اور شاہ عباس صفوی ہیں - پھر " شخصیات " کے تحت ابوحاتم محمد بن حبان البستی ، چہار مقالہ میں ابن سینا سے متعلق روایات کا تنقیدی جائزہ ، عمر خیام ، عطار ، ابوالفضل بیہقی ، ا[illegible] صغانی ، سعدی ، حافظ ، ضیاء الدین نخشبی اور کائتانی ہیں - آخر میں متفرقات کے ذیل میں حمورابی اعظم شاہ بابل ، بادیان چین ، داستان سکنتلا ناٹک ، حاصل ادب ، اردو کا حال اور مستقبل ، مسلمان عورتیں اور نیا زمانہ ، اور تربیت دماغی و جسمانی و اخلاقی ہیں-

اس مذکور بالا تفصیل سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ مقالہ نگار کثیر مطالعہ تھے ، اور وسیع معلومات رکھتے تھے ، ان کی علمی دل چسپیاں متنوع تھیں ، اور یہ بھی کہ اپنے زمانے کے علمی تعلیمی اور ثقافتی مسائل پر غور و فکر کے عادی بھی تھے-

اب چند مضامین کا ذکر بطور خاص کیا جاتا ہے- اس جلد کے کئی مقالات ایسے ہیں جن کا بنیادی تعلق ایک اطالوی اسکالر لیونی کائتانی سے ہے جو ۱۹۰۵ء سے ۱۹۲۷ء تک کے دوران اطالوی زبان میں اپنی تواریخ اسلام کی دس جلدیں لکھ چکا تھا - سید حسن برنی اطالوی زبان سے واقف تھے ، اس لیے انھوں نے وقتاً فوقتاً اس اطالوی مصنف کی تصانیف سے بعض اہم اور دل چسپ مضامین ترجمے کی صورت میں پیش کیے -ان میں سے ایک اس سوال سے بحث کرتا ہے کہ کیا کتب خانہ اسکندریہ عربوں نے جلایا ؟ اس پر مولانا شبلی پہلے ہی روشنی ڈال چکے تھے اور اس عمدہ طریقے پر کہ ان کا یہ مقالہ ، ان کے مجموعہ مقالات میں سرفہرست رکھے جانے کے قابل ہے مگر ان کے مآخذ اور تھے -سید حسن برنی نے اس سوال پر کائتانی کی تحقیقات کے حوالے سے مزید

روشنی ڈالی ہے۔

تین مقالات ایسے ہیں جو ایک گمنام نادر الوجود مخطوطے " بلبن نامہ " سے تعلق رکھتے ہیں جس کا ایک قدیم ترین نسخہ بلبن کے ایک سالار کے خاندان سے تعلق رکھنے والا گمنام شخص رات کی تاریکی میں آکر سید حسن برنی کے حوالے کر گیا - یہ نسخہ خود بلبن کے کتب خانے کا تھا - اس پر بلبن کی مورخ مہر " غیاث الدین بلبن ۶۸۵ ھ " ثبت تھی - ساتھ ہی اس کے سالار سید حسام الدین کیتھلی کی مہر بھی جو مشہور مورخ ضیائے برنی کا نانا تھا - گمنام معطی اسی سید حسام الدین کیتھلی کے خاندان کا تھا - ان تمام تفصیلات کو جن کے حقیقت تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ، سید حسن برنی نے دل چسپ افسانوی رنگ دے کر " بلبن نامے کی دستیابی " کے عنوان سے ۱۹۳۰ء سے شائع کرایا تھا - سید حسن برنی نے اس تحریر میں صراحت کی ہے کہ ایک ذخیرہ قدیم دستاویزات ، فرامین ، اسناد اور قلمی کتابوں کا خود ان کے خاندان میں بزرگوں سے چلا آتا تھا پھر اس میں بلبن نامہ جیسا نادر الوجود مخطوطہ بھی شامل ہو گیا --- قارئین جاننا چاہیں گے کہ پھر یہ ذخیرہ کیا ہوا؟ اور اب کہاں ہے؟ کاش مرتب ، سید حسن برنی کی بہو (بیگم ابن حسن برنی مرحوم) سے دریافت کرکے اس کی صراحت فرما دیتے - اس فارسی مخطوطے کے دیباچے ، خاتمے اور متن کے ایک حصے کو سید حسن برنی نے اپنے مضمون " بلبن کا بچپن " میں نقل کیا ہے - یہ اجزاء برصغیر میں فارسی نثر کی تاریخ کے طالب علم کے لیے اہمیت رکھتے ہیں۔

اسی بلبن نامے کے ایک باب سے معلومات اخذ کرکے دل چسپ افسانوی انداز میں ، جو ان کا خاص رنگ ہے ، سید حسن برنی نے " سلطان ایل تتمش کی سرگزشت لکھی ہے جس کا راوی بلبن ہے - بلبن نے اک شب کو ایل تتمش کی زبانی اس کی اپنی سرگزشت جو کچھ سنی تھی ، قلم بند کی ہے۔

سید حسن برنی نے فارسی شعراء عمر خیام ، عطار ، سعدی اور حافظ ، پر بھی قلم اٹھایا ہے اور وہ بھی اس زمانے میں جب حافظ محمود شیرانی کی تنقید شعر العجم کی علمی دنیا میں شہرت پھیل چکی تھی - اسی طرح چہار مقالے میں " ابن سینا سے متعلق روایات ، ابوالفضل بیہقی ، امام صغانی اور ضیاء الدین نخشبی جیسے موضوعات پر بھی داد تحقیق دی ہے - یہ تحریریں آج بھی عربی و فارسی زبان و ادب کے طالب علم کے لیے دل چسپی کا باعث ہوں گی۔

انھوں نے ایک مضمون میں کاظم علی جوان کی " داستان سکنتلا ناٹک " کے ایک ایسے مطبوعہ نسخے اور اس کی اردو نثر کو متعارف کرایا ہے جسے ۱۹۴۸ء میں ایک علم دوست پارسی کریم بہمن ڈوسا بھائی نے اردو حروف میں بمبئی سے طبع کرایا تھا - پہلے یہ رومن حروف میں ، فورٹ ولیم کالج کی طرف سے ۱۸۰۴ء میں چھپی تھی۔